جدید فقہی مسائل اور چند رہنما اصول

’’بینات‘‘ کے گزشتہ شمارے میں حضرات علماء کرام کی خدمت میں جو گزارش کی گئی تھی اس کے پیش نظر بطور رہنما اصول کے مزید گزارش یہ ہے کہ!

(۱) یہ تو ظاہر ہے کہ ’’اسلام‘‘ وہ آخری پیغام حیات و پیغام نجات ہے جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے قانون ہدایت ہے۔ اور ہر دور، ہر ملک، ہر قوم کے لئے اس میں ہدایت کے سرچشمے موجود ہیں۔ مادی و روحانی، شخصی و اجتماعی، اقتصادی و معاشی، ملکی و سیاسی غرض ہر ضرورت کی حاجت روائی کا سامان اس میں موجود ہے اور اس کا دامن ایسے بیش قیمت جواہرات سے پُر ہے کہ سارے عالم کے افلاس کا علاج اس کے خزانۂ عامرہ سے ہوسکتا ہے۔ یہی ایک ایسا صالح ترین و اعلیٰ ترین نظام ہے جو نسل آدم میں عدل و انصاف قائم کر کے ہر مشکل کو آسان کرسکتا ہے۔

(۲) ’’قرآن و حدیث‘‘ یا ’’کتاب و سنت‘‘ اس کا بنیادی سرمایہ ہیں خلافت راشدہ بالخصوص عہد صدیقی و عہد فاروقی اور اس کے بعد عہد اموی اور عہد عباسی میں صحابہ و تابعین اور پھر ائمہ اجتہاد، ائمہ اربعہ ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور ان کے اقران میں سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ وغیرہ مجتہدین امت و فقہاء اسلام کی مساعی جمیلہ و مبارکہ سے دین اسلام کی تعمیر و تعبیر کا عجیب و غریب نقشہ کامل ترین خوشنما صورت میں محفوظ ہوگیا۔ ان اکابر امت اور فقہاء ملت میں اللہ تعالیٰ نے عظیم ترین اخلاص، اعلیٰ درجہ کا تقویٰ و خشیت الٰہی علوم دینیہ میں تبحر، دقت نظر، توقد وذکا، کے جو کمالات جمع کئے تھے اس وقت کی نسل اس کا ادراک بھی نہیں کرسکتی۔ قرآن و حدیث کا علم صحیح اور دین اسلام کی مزاج شناسی کا ذوق جوان کو نصیب تھا آج اس کا احساس بھی مشکل ہے۔ اور انہی کمالات کا نتیجہ ہے کہ ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ گزرا لیکن ان کا فیض برابر جاری ہے اور قلوب میں ان کی عظمت اور قدر و قیمت ہنوز موجود ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قیامت تک آنے والے ان کی سنت پذیری سے بے نیاز نہیں ہوسکتے اور نہ اس عظیم سرمایہ سے امت کسی وقت مستغنی ہوسکتی ہے۔

(۳) فقۂ اسلامی کا یہ ذخیرہ ہمارا بڑا قیمتی سرمایہ ہے اور جہاں اس کی حفاظت کی ضرورت ہے ساتھ ہی ساتھ اس پر عمل کرنا اور اس سے منتفع ہونا بھی ہمارا فرض ہے۔ منتفع ہونے سے میرا مقصد یہ ہے کہ جدید تمدن نے جو بہت سے جدید مسائل پیدا کر دیئے ہیں اب اسی فقۂ اسلامی کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرنا چاہیئے۔ اس سرمایہ کے ہوتے ہوئے امت کو نہ جدید مستقل اجتہاد کی ضرورت ہے اور نہ اس کا امکان۔ اس عظیم الشان ذخیرہ میں بحث وتلاش اور غور وخوض کے بعد جدید مسائل کے حل کرنے کا بہت سامان مل جائے گا، ورنہ زیادہ سے زیادہ بعض جزوی مسائل میں علماء امت کو ان ہی کے بتائے ہوئے اصولوں پر جدید اجتہاد کی ضرورت ہوگی۔

(۴) گزشتہ شمارے میں جو ''معجم طبرانی'' کی حدیث پیش کی تھی اس سے حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

الف: جدید مسائل ایسے ضرور پیدا ہونگے جن میں قرآن وحدیث کا صاف وصریح فیصلہ نہ ہوگا۔

ب: علماء امت کے ذمہ یہ فرض عائد ہے کہ اس کا حل کریں۔

ج: علماء انفرادی رائے اور شخصی رائے سے اجتناب کریں اور باہمی مشورہ سے اس کا فیصلہ کریں۔

د: ان علماء میں دو شرطیں ضروری ہیں:

(۱) ان کے دلوں میں خوف خدا ہو۔ (۲) تفقہ فی الدین ان کو حاصل ہو۔

اس حدیث نبوی نے ان علماء امت کو جدید مسائل کے فیصلہ کرنے کا مکلّف بنایا ہے جن میں اخلاص وتقویٰ اور عبادت گذاری کی روح موجود ہو اور غور وخوض وباہمی مشورہ کرنے کی اہلیت ہو۔

(۵) اس میں شک نہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو بقول امام شمس الدین ذہبیؒ ''فقیہ ملت'' ہیں [۱] اور بقول صفی الدین خزرجیؒ ''فقیہ امت'' ہیں [۲] ان کی فقہ جامع ترین فقہ بلکہ فقہ اسلامی کی روح ہے کہ جس کی روشنی میں بقیہ ائمہ نے اپنی اپنی فقہ کی ترتیب وتدوین کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جو مسائل اپنے اصحاب وتلامذہ کو املاء کروائے ہیں ان کی تعداد ''صاحب عنایہ شارح ہدایہ'' نے چوتھی صدی کے ایک محقق کے قول کے مطابق بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد بتلائی ہے۔ اگر امت کو یہ سارے مسائل پہنچ جاتے تو شاید بہت سے جدید مسائل حل ہوجاتے، فقہ حنفی کی اسی ہمہ گیری کو دیکھ کر مشہور محقق مؤرخ ''ابن خلدون'' باوجود مالکی المذہب ہونے کے اس کا اعتراف کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کی سرزمین، اسلامی تہذیب

وتمدن کا گھوارہ تھی، اس لئے جو پختگی حنفی فقہ کو نصیب ہوئی وہ فقہ مالکی کو نصیب نہ ہوسکی (۳) اور شاید یہی وجہ ہے کہ ''امام شعرانی شافعی'' اپنی کتاب ''المیزان'' میں اپنے اس کشف کا ذکر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب سب مذاہب سے آخر تک رہے گا۔ (۴) جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس مذہب میں اس کی زیادہ اہلیت ہے کہ جدید نظام مسائل پوری طرح حل کرسکے، تاہم بہت سے مسائل ایسے ملیں گے اور ہیں جن کا ذکر موجودہ فقہ حنفی کے اس عظیم الشان ذخیرہ میں نہیں ملتا ہے اور فقہ شافعی اور فقہ حنبلی میں مل جاتا ہے اس لئے اس سلسلہ میں جو بات فکر ناقص میں آئی ہے وہ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں اور علماء امت کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ اگر وہ صحیح نہ ہو تو ضرور اپنی مخلصانہ تنقید سے سرفراز فرمائیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل.

(۶) ''مبسوط''، ''بدائع''، ''قاضی خاں'' سے لیکر ''طحطاوی''، ''ردالمختار'' اور ''التحریر المختار'' تک کتب فقہ حنفی کی ورق گردانی کرنے کے بعد بھی اگر مسئلہ ہاتھ نہ آئے تو امہات کتب مذاہب ثلاثہ کی ورق گردانی کرنی ہوگی، فقہ مالکی میں ''مدونۂ کبریٰ'' سے لے کر ''حطّاب'' تک اور فقہ شافعی میں ''کتاب الام'' سے لیکر ''تحفۃ المحتاج'' تک کی مراجعت کرنی ہوگی۔ حکومت سعودی کی عنایت وتوجہ سے فقہ حنبلی کا عظیم الشان ذخیرہ طبع ہوکر امت کے سامنے آگیا ہے۔ اس کے لئے ''مغنی ابن قدامہ'' ''المحرر'' اور ''الانصاف'' کی ورق گردانی کافی ہوگی۔ الغرض اگر مسئولہ ومطلوبہ مسئلہ ان کتب میں مل جائے تو اس پر فتوی دیدیا جائے جدید اجتہاد کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اور اگر مسئلہ صراحۃً نہ ملے تو ان مسائل مصرحہ پر قیاس کرنے میں مضائقہ نہ ہوگا بشرطیکہ قیاس مع الفارق نہ ہو جس کا فیصلہ خود علماء کرام فرمالیں گے کہ یہ قیاس کس درجہ میں ہے۔

(۷) اگر مسئلہ مطلوبہ سب فقہاء کے ہاں ملتا ہے لیکن حنفی مذہب میں دشواری ہے اور بقیہ مذاہب میں نسبتاً سہولت ہے اور عوام کا عام ابتلاء ہے تو اخلاص کے ساتھ جماعت اہل علم غور کرے اگر ان کو یقین ہوجائے کہ عموم بلویٰ کے پیش نظر عصر حاضر میں دینی تقاضا سہولت وآسانی کا مقتضی ہے تو پھر مذہب مالکؒ، مذہب شافعیؒ، مذہب احمدؒ بن حنبل کو علی الترتیب اختیار کرکے اور اس پر فتویٰ دے کر فیصلہ کیا جائے۔

ہمارے عصر حاضر کے اکابر نے فسخ نکاح کی مشکلات کو اسی طرح حل کیا ہے اور متاخرین حنفیہ نے ''مفقود الخبر'' میں بھی ایسا ہی کیا ہے، البتہ تلفیق سے احتراز کرنا ضروری ہوگا۔ اور ''تتبع رخص'' کو مقصد نہ

بنایا جائے گا، مثلاً مسائل معاملات میں ''بیع قبل القبض'' ہے کہ آج کل تمام تاجر طبقہ اس میں مبتلاء ہے، اب اس کی صورت حال پر غور کر کے پوری طرح جائزہ لیا جائے کہ اگر یہ ابتلاء واقعی ہے اور موجودہ معاشرہ مضطر ہے اور بغیر اس کے چارۂ کار نہیں تو مذہب مالکی پر فتوی دیدیا جائے کہ عدم جواز بیع قبل القبض، مطعومات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس مسئلہ میں مذہب حنبلی بھی مذہب مالکی جیسا ہے اور حدیث میں صراحۃً طعام ہی کا ذکر ہے

نهى رسول الله ﷺ عن بيع الطعام حتى يستوفى (۵)

امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ نے طعام پر بقیہ چیزوں کو قیاس کر کے منع کر دیا ہے۔

(۸) خلافیات ائمہ میں اس پر غور کرنا ہوگا کہ اختلاف کا منشاء نصوص کا تعارض ہے یا قواعد فقہیہ کا اختلاف یا یہ محض اجتہادی وجوہ کی وجہ سے ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی جو الہامی رائے ''فیوض الحرمین'' میں منقول ہے کہ ائمہ احناف کے اختلافات میں ترجیح کا معیار کیسے قائم کیا جائے اس کو پیش نظر رکھنے سے موجودہ خلافیات میں رہنمائی مل سکے گی نیز اختیارات علماء کا سلسلہ جو مختلف ادوار میں جاری رہا اس کو نظیر بنایا جاسکے گا، عرف وحالات کے اختلاف سے جو اثرات ہوں گے ان کو بھی ضرور پیش نظر رکھنا ہوگا مثلاً تعلیم القرآن، پھر اذان وامامت پھر تدریس حدیث وعلوم دینیہ پر معاوضہ یا مشاہرہ لینے میں قدماء ومتاخرین کے زمانوں کے اختلاف کی وجہ سے جو اختلاف رہا یہ سب باتیں پیش نظر رکھنی ہوں گی۔

(۹) جن مطلوبہ احکام کا فیصلہ کرنا ہوگا ان میں طبقات ومراتب قائم کرنے ہونگے اور یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ مسائل موجودہ معاشرے کے لئے کس درجہ میں مطلوب ہیں کیا ان کے بغیر نظام چل نہیں سکتا؟ یا چل تو سکتا ہے لیکن کسی قدر دقت پیدا ہوگی پھر اس دقت پر غور کرنا ہوگا کہ وہ دقت کس درجہ کی ہے؟

(۱۰) معاملات میں فیصلہ کرنے کے لئے سب سے پہلے موجودہ ملک (اور مسلمان اکثریت والے موجودہ تمام ممالک) کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا کہ فقہی اصطلاح کے اعتبار سے یہ ملک ''دارالاسلام'' ہے یا ''دارالامان'' یا ''دارالحرب'' ہے۔ دارالاسلام کا اصلی مدار ''فصل خصومات'' پر ہے کہ پورا قانون تعزیرات وحدود ،محاکم شرعیہ عدلیہ قائم ہوں اور معاملات وعقوبات کا قانون مکمل اسلامی ہو، تعزیرات وحدود قانون اسلامی کے مطابق جاری ہوں ،اسی طرح موجودہ نظام حکومت کا جائزہ لینا اور اس پر غور کرنا ہوگا کہ یہ کس قسم کی حکومت

ہے؟اسلامی قانون کے نفاذ پر صرف قدرت ہی کافی ہے یا عملی طور پر اس کی تنفیذ بھی ضروری ہے۔عرصہ دراز تک باوجود قدرت کہ قانون اسلام جاری نہیں کیا گیا تو اس کے عوامل واسباب کیا ہیں؟اور سابقہ”دارالحرب“یعنی عہد برطانوی کا دارالحرب تقسیم ہوکر دو حصے میں بٹا،ایک حصہ یقیناً اب بھی دارالحرب ہے،دوسرا حصہ صرف حکمرانوں کی تبدیلی سے کیا دارالاسلام بن جائے گا یعنی قانون تو نہیں بدلا مگر قانون کے چلانے والے بدل گئے تو کیا اس لئے حکم بدل جائے گا؟ پھر جبکہ عہد حاضر میں ”عائلی قانون“ کے نام سے صراحۃً کتاب وسنت کے خلاف قانون بنایا گیا،تو کیا صریح خلاف قرآن قانون بننے کے بعد بھی فقہاء اسلام کے مسائل کے مطابق یہ دارالاسلام ہی رہے گا؟الغرض اس امر کے فیصلہ کرنے کے بعد معاملات کا شرعی فیصلہ ممکن ہوسکے گا ،عقود فاسدہ ”ربوا“،”بیمہ“،ان سب مسائل کے صحیح حل کرنے کے لئے اس ملک وحکومت کے متعلق شرعی وفقہی فیصلہ کرنا ہوگا اور یہ غور کرنا ہوگا کہ موجودہ حزب اقتدار آخر اسلامی قانون کے نافذ کرنے سے گریز کیوں کرتا ہے؟ کیا صرف اسلئے کہ ان کی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں یہ قانون حائل ہے؟ یا وہ عقیدۃً اسلامی قانون کو موجودہ زمانے کے لئے غیر صالح اور ناکافی سمجھتا ہے۔ان سب گوشوں پر غور کرنا اور ان سب حالات کا جائزہ لینا ہوگا جب جاکر صحیح فیصلہ ہوسکے گا اور جب اس حکومت یا اس ملک کی فقہی وشرعی حیثیت متعین ہوجائے گی تو پھر ان معاملات کے احکام کا صحیح فتوی دیا جاسکے گا جن کا حکم اختلاف دار سے مختلف ہوسکتا ہے۔

یہ چند مختصر اشارات ہیں جن کی حیثیت ایک مختصر”متن“ کی ہے اور اس کی تشریح ایک مفصل مضمون کی محتاج ہے لیکن چونکہ اصلی مخاطب علماء کرام ہیں ان کی خدمت میں یہ اشارات بھی کافی ہونگے۔

میری خواہش ہے کہ علماء کی خدمت میں ان موضوعات کو بھی آئندہ پیش کیا جائے جن پر ان کو غور کرنا ہوگا اور جب تک اجتماعی فیصلہ کا موقع نہ آئے اس سے پہلے انفرادی طور پر ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش انہی اصول کے پیش نظر کریں۔مقصود تین باتیں ہیں:

الف: اللہ کا یہ دین کامل اور ہر معاشرے کے لئے صالح وموزوں ہے۔

ب: اسلام کو مشکل سمجھ کر اور ناممکن العمل خیال کر کے اسلام کو ختم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

ج: جو فریضہ علماء امت کے ذمہ ایسے حالات میں عائد ہوتا ہے ان سے سبکدوش ہوجائیں نہ جدید اجتہاد کا دروازہ کھولنا ہے نہ ”تتبع رخص“ پر قوم کو آمادہ کرنا ہے۔نہ ترک تقلید کی بنیاد رکھنا ہے بلکہ یہ

سمجھنا ہے کہ ''قرآن وسنت'' اوراس کے بعد ''فقہ اسلامی'' اور ''تفقہ فی الدین'' کے ذریعہ ساری مشکلات حل ہوسکتی ہیں اورفقہاء اسلام اورفقہ اسلامی سے بے نیاز ہوکر دین اسلام کی حفاظت کی تدبیر طفلانہ خیال ہے۔فقہاء کرام نے دین کی بڑی خدمت کی ہے ایک ہزار برس کے بعد بھی دنیا ان کی جلیل القدر حیرت انگیز خدمات سے مستغنی نہیں ہوسکتی بلکہ قیامت تک ان کی منت پذیر رہے گی۔

الـديـن الـنـصـيـحة" ثلثا" قلنا لمن :قال: للهولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم (مسلم عن تميم الدارى)(٦)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

بینات-ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ

بمطابق ستمبر ۱۹۶۳ء

جلد:۲،عدد:۴،ص:۱۹۴-۱۹۸

---

(۱) سير اعلام النبلاء للحافظ شمس الدين الذهبى (المتوفى:٧٤٨ ھ)-ابوحنيفة -٦/٣٩٠-رقم الترجمة : ١٦٣-ط: مؤسسة الرسالة . الطبعة الثالثة ١٤٠٥ھ بمطابق ١٩٨٥ء.

(٢) خلاصة تذهيب الكمال فى أسماء الرجال للإمام الحافظ صفى الدين الخزرجى الأنصارى – من اسمه نعمان -ص ٣٤٥-ط: المطبعة الخيرية . الطبعة الأولى .

(٣) مقدمة العلامة ابن خلدون -الفصل السابع فى علم الفقه ومايتبع من الفرائض -ص٤٤٧- ط: المكتبة التجارية الكبرى القاهرة .سن طباعت ندارد.

(٤) كتاب الميزان للإمام الشعرانى -فصل فى بعض الأجوبة عن الإمام أبى حنيفة -الفصل فى شهادة الأئمة له - ١/٥٢-ط: المكتبة الحسينية المصرية. ١٣٢٩ھ

(٥) الصحيح لمسلم للإمام مسلم بن الحجاج القشيرى(المتوفى: ٢٦١ھ)-كتاب البيوع -باب بطلان بيع المبيع قبل القبض: ٢/٥-ط: قديمى كراچى سن ١٣٧٥ھ بمطابق ١٩٥٦ء

(٦) مشكوة المصابيح لمحمد بن عبدالله خطيب التبريزى (م٧٣٧ ھ)-باب الشفقة والرحمة على الخلق -الفصل الاول -ص ٤٢٢،٤٢٣-ط:قديمى كراچى سن ١٣٦٨ھ